فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا مرد اور عورت کے غسل جنابت میں فرق ہے؟

(جواب): مرد اور عورت کے غسل جنابت میں فرق نہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾(المائدۃ: ٦)

''جنبی ہوں، تو غسل کر لیں۔''

یہ حکم مردوں اور عورتوں سب کے لیے ہے۔

(سوال): کیا غسل جنابت میں جسم کو ملنا ضروری ہے؟

(جواب): غسل جنابت میں پورے جسم پر پانی پہنچانا ضروری ہے، ملنا ضروری نہیں، ملنا بہتر ہے کہ جسم میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے۔

(سوال): استنجا کرتے وقت شرمگاہ کا کتنا حصہ دھویا جائے؟

(جواب): استنجا میں شرمگاہ کی اتنی جگہ دھو لینا کافی ہے، جہاں پیشاب لگا ہے، البتہ استنجا کے دوران شرمگاہ کو جھاڑ لینا چاہیے، تا کہ باقی ماندہ قطرات نکل آئیں اور مکمل طہارت حاصل ہو جائے۔

(سوال): ایک شخص نے غسل کیا، مگر سر دھونا بھول گیا اور نماز پڑھ لی، تو کیا کرے؟

(جواب): وہ دوبارہ غسل کرے اور اس دوران جو نماز پڑھی ہے، اس کا اعادہ کرے۔

(سوال): کیا غیر صحابہ کا اجماع حجت ہے؟

(جواب): اجماع تا قیامت ممکن ہے۔ کسی بھی زمانہ میں اہل حق علما وفقہا کا کسی مسئلہ پر اتفاق واجماع حجت ہے۔ اہل علم نے اجماع پر کتابیں لکھیں ہیں اور اس میں صحابہ کے بعد والوں علما کا اجماع نقل کیا ہے۔ بہت شمار علما نے صحابہ کے بعد والے علماء کے اجماع کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔

(سوال): جس تعویذ میں شیطان سے مدد مانگی گئی ہو، اسے پہننے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شیطان سے مدد مانگنا واضح شرک ہے، جس کی کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی، ایسا تعویذ شیطانی ہے، جانتے بوجھتے شیطانی تعویذ پہننا شرک وکفر ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ هٰؤُلَاءِ مَنْ يَسْتَغِيثُ بِمَخْلُوقٍ إِمَّا حَيٌّ أَوْ مَيِّتٌ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الْحَيُّ مُسْلِمًا أَوْ نَصْرَانِيًّا أَوْ مُشْرِكًا فَيَتَصَوَّرُ الشَّيْطَانُ بِصُورَةِ ذٰلِكَ الْمُسْتَغَاثِ بِهٖ وَيَقْضِي بَعْضَ حَاجَةِ ذٰلِكَ الْمُسْتَغِيثِ فَيَظُنُّ أَنَّهٗ ذٰلِكَ الشَّخْصُ أَوْ هُوَ مَلَكٌ عَلٰى صُورَتِهٖ وَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ أَضَلَّهٗ لَمَّا أَشْرَكَ بِاللّٰهِ كَمَا كَانَتْ الشَّيَاطِينُ تَدْخُلُ الْأَصْنَامَ وَتُكَلِّمُ الْمُشْرِكِينَ .

''ان میں سے بعض تو وہ ہیں، جو مخلوق سے استغاثہ کرتے ہیں، چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ، حتی کہ وہ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ یہ زندہ شخص مسلمان ہے یا نصرانی ہے یا مشرک ہے، تو شیطان اس شخص کی صورت میں مانگنے والوں کی بعض حاجات

پوری کر دیتا ہے۔تو وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ شخص خود ہے یا اس کی شکل میں کوئی فرشتہ آ گیا ہے، حالاں کہ وہ شیطان ہوتا ہے جو اسے اللہ کے ساتھ شرک میں گمراہ کر دیتا ہے۔جیسا کہ شیاطین بتوں میں داخل ہو جاتے تھے اور مشرکین سے کلام کیا کرتے تھے۔''

(الفُرقان بين أولياء الرّحمٰن وأولياء الشّيطان، ص 429)

(سوال): کیا عبد المطلب کی ملت شرکیہ ملت تھی؟

(جواب): عبد المطلب کی ملت شرکیہ ملت تھی، وہ اسی عقیدہ پر فوت ہوا، یہ اہل سنت کا اتفاقی و اجماعی نظریہ ہے، روافض اس سے اختلاف کرتے ہیں۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَخْتَلِفُ الْمُسْلِمُونَ أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ مَاتَ كَافِرًا .

''اس میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں کہ عبد المطلب کفر پر فوت ہوا۔''

(المَوضوعات :283/1)

❁ سیّدنا مسیّب بن حزن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا طَالِبٍ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أَبُو جَهْلٍ، فَقَالَ : أَيْ عَمِّ، قُلْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ : يَا أَبَا طَالِبٍ، تَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَمْ يَزَالَا يُكَلِّمَانِهٖ، حَتّٰى قَالَ آخِرَ شَيْءٍ كَلَّمَهُمْ بِهٖ : عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَأَسْتَغْفِرَنَّ

لَكَ، مَا لَمْ أُنْهَ عَنْهُ فَنَزَلَتْ : ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾(التوبة : 113)، وَنَزَلَتْ : ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ (القصص : 56).

''ابوطالب کی وفات کا وقت آیا، تو رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے اُن کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو دیکھا، تو فرمایا: چچا جان! لا الہ الا اللہ کہہ دیں، تا کہ اس کلمہ کے ذریعہ اللہ کے ہاں آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔ اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے: ابو طالب! عبد المطلب کے دین سے مُنحرف ہو جاؤ گے؟ رسولِ اکرم ﷺ مسلسل اپنی بات ابوطالب کو پیش کرتے رہے اور بار بار یہ کہتے رہے، حتی کہ ابوطالب نے اپنی آخری بات یوں کی کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہیں۔ انہوں نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جب تک روکا نہ گیا، اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا، تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾(التوبة : 113).

''نبی اور مومنوں کے لیے روا نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، گو وہ

قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب ان پر واضح ہے کہ مشرک جہنمی ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ابو طالب کے بارے میں قرآن نازل کرتے ہوئے اپنے رسول سے فرمایا:﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ (القصص : ٥٦)

’’آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔‘‘

(صحيح البخاري : 3884، صحيح مسلم : 24)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

حَتّٰى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ : هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبٰى أَنْ يَقُولَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .

’’ابو طالب کا آخری کلمہ تھا کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر فوت ہو رہا ہے، اس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔‘‘

(صحيح البخاري : 1360)

یہ حدیث صریح نص ہے کہ عبدالمطلب کی ملت کافر ملت تھی اور ابو طالب اسی ملت پر فوت ہوئے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اُن کے حق میں دُعا کرنے سے منع کر دیا تھا۔

❁ اس حدیث کی شرح میں حافظ سہیلی رحمہ اللہ (۵۸۱ھ) فرماتے ہیں:

ظَاهِرُ الْحَدِيثِ يَقْتَضِي أَنَّ عَبْدَ الْمُطّلِبِ مَاتَ عَلَى الشِّرْكِ .

’’حدیث کا ظاہر اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ عبدالمطلب شرک پر فوت ہوئے۔‘‘

(الرّوض الأنف : 19/4)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

جَدُّ أَبِيهَا : عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بْنُ هَاشِمٍ وَكَيْفَ لَا يَكُونُ أَبَوَاهُ وَجَدُّهٗ

بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فِي الْآخِرَةِ، وَكَانُوا يَعْبُدُونَ الْوَثَنَ حَتّٰى مَاتُوا، وَلَمْ يَدِينُوا دِينَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ وَأَمْرُهُمْ لَا يَقْدَحُ فِي نَسَبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ لِأَنَّ أَنْكِحَةَ الْكُفَّارِ صَحِيحَةٌ، أَلَا تَرَاهُمْ يُسْلِمُونَ مَعَ زَوْجَاتِهِمْ فَلَا يَلْزَمُهُمْ تَجْدِيدُ الْعَقْدِ، وَلَا مُفَارَقَتُهُنَّ إِذَا كَانَ مِثْلُهُ يَجُوزُ فِي الْإِسْلَامِ .

''سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم تھے۔ یہ لوگ مرتے دَم تک بتوں کی پوجا کرتے رہے۔ انہوں نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دین قبول نہیں کیا تھا۔ البتہ ان کا یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں کوئی عیب کا باعث نہیں، کیونکہ کفار کے کیے گئے نکاح درست ہیں۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ کفار جب اپنی بیویوں سمیت مسلمان ہوتے ہیں، تو ان کو نیا نکاح یا اپنی بیویوں سے جُدائی اختیار نہیں کرنی پڑتی، کیونکہ اسلام میں اس طرح کی صورت جائز ہے۔''

(دلائل النّبوۃ: 1/192-193)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَقْصُودُ أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ مَاتَ عَلٰى مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ دِينِ الْجَاهِلِيَّةِ خِلَافًا لِّفِرْقَةِ الشِّيعَةِ فِيهِ وَفِي ابْنِهِ أَبِي طَالِبٍ .

''مقصود یہ ہے کہ عبدالمطلب اُسی دین جاہلیت پر فوت ہوئے، جس پر وہ قائم تھے۔ شیعہ کا اُن کے بارے میں اور اُن کے بیٹے ابو طالب کے بارے میں

نظریہ اس کے برعکس ہے۔''

(السّیرة النّبویّة :1/238، 239)

معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے دادا عبد المطلب جاہلیت کے دین پر تھے اور اسی پر وفات ہوئی تھی۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ شیعہ اس کے بالکل برعکس کہتے ہیں۔

(سوال): بعض لوگ حاجیوں سے کہتے ہیں کہ قبر نبوی پر ہمارا سلام پیش کرنا، اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): یہ بدعت ہے، اسلاف اُمت سے ثابت نہیں۔ قبر رسول پر جا کر سلام کہنا مستحب ہے، اسلاف کا عمل ہے، مگر کسی حاجی کو یہ کہہ کر بھیجنا کہ رسول اللہ ﷺ کو میرا نام لے کر کہنا کہ آپ کا فلاں اُمتی آپ کو سلام کہہ رہا تھا۔ ان لوگوں کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سب کا سلام سنتے ہیں اور پہچانتے ہیں، یہ بدعی نظریہ ہے۔

(سوال): کیا اللہ کے علاوہ کسی کے لیے ''مولانا'' کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): لفظ مولیٰ کے کئی معانی ہے۔ جس معنی میں اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس معنی میں مخلوق کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ مولیٰ کا معنی کارساز اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، مخلوق کے لیے یہ معنی کرنا جائز نہیں۔

البتہ مولیٰ کے کئی معانی ایسے ہیں، جن کا استعمال مخلوق کے حق میں جائز ہے، مثلاً دوست، محبوب، غلام کا مالک، آزاد کرنے والا، آزاد کردہ غلام وغیرہ۔

امام اللغۃ محمد بن زیاد ہاشمی رحمہ اللہ (۱۵۰۔۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

أَلْمَوْلَى الْمَالِكُ وَهُوَ اللّٰهُ وَالْمَوْلَى ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُعْتِقُ وَالْمَوْلَى الْمُعْتَقُ وَالْمَوْلَى الْجَارُ وَالْمَوْلَى الشَّرِيْكُ وَالْمَوْلَى

الْحَلِيْفُ وَالْمَوْلَى الْمُحِبُّ وَالْمَوْلَى أَللَّوٰى وَالْمَوْلَى الْوَلِيُّ وَمِنْهُ قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، مَعْنَاهُ مَنْ تَوَلَّانِي فَلْيَتَوَلَّ عَلِيًّا ....

''لفظ مولیٰ مالک کے معنی میں بھی مستعمل ہے، جو کہ صرف اللہ کی ذات ہے، مولیٰ کا لفظ چچا زاد، غلام آزاد کرنیوالے، آزاد کردہ غلام، ہمسایہ، حصہ دار، حلیف، محبت کرنے والے، جھنڈا اُٹھانے والے اور دلی دوست پر بولا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کے علی مولیٰ ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس کا میں دلی دوست ہوں، علی بھی اس کے دلی دوست ہونے چاہییں۔''

(تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 238/42؛ وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَقُلْ اَحَدُكُمْ : اَطْعِمْ رَبَّكَ وَضِّئْ رَبَّكَ، اسْقِ رَبَّكَ، وَلْيَقُلْ : سَيِّدِي مَوْلَايَ، وَلَا يَقُلْ اَحَدُكُمْ : عَبْدِي أَمَتِي، وَلْيَقُلْ : فَتَايَ وَفَتَاتِي وَغُلَامِي .

''کوئی یہ نہ کہے کہ اپنے رب کو پانی پلاؤ، اپنے رب کو کھانا کھلاؤ، اپنے رب کو وضو کراؤ، کوئی شخص (اپنے آقا کو) میرا رب نہ کہے، بلکہ میرا آقا اور میرا سردار کہے، کوئی میرا بندہ اور میری بندی نہ کہے، بلکہ میرا نوکر یا میری نوکرانی کہے۔''

(صحيح البخاري : 2552، صحيح مسلم : 2249)

سوال: تصاویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): تصاویر والے کپڑے میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے، اگر پڑھ لی، تو اعادہ نہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمِيطِي عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا، فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ فِي صَلَاتِي.

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر کی طرف ایک باریک پردہ لٹکا رکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے سامنے سے یہ پردہ ہٹا لیجئے، کیونکہ اس پردے میں موجود تصاویر مسلسل مجھے نماز سے مشغول کر رہی ہیں۔''

(صحيح البخاري: 374)

❁ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ أَنَّهُ لَمَّا نُهِيَ عَنِ الْقِرَامِ الَّذِي فِيهِ التَّصَاوِيرُ، عُلِمَ أَنَّ النَّهْيَ عَنْ لِبَاسِهِ أَشَدُّ.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جب تصاویر والا پردہ لٹکانا ممنوع ہے، تو ایسا لباس پہننا بالاولیٰ ممنوع ہے۔''

(شرح صحيح البخاري: 371/2)

(سوال): بارش کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا کیسا ہے؟

(جواب): بارش میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے۔

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفْ عُلَمَاءُ الْحِجَازِ أَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي

الْمَطَرِ جَائِزٌ .

''علمائے حجاز کا اتفاق ہے کہ بارش میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے۔''

(صحيح ابن خُزيمة : 85/2)

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا:

جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ، فِي غَيْرِ خَوْفٍ، وَلَا مَطَرٍ (وَفِي لَفْظٍ : وَلَا سَفَرٍ)، قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : لِمَ فَعَلَ ذٰلِكَ؟ قَالَ : كَيْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهٗ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو بغیر کسی خوف اور بارش (ایک روایت میں بغیر کسی خوف اور سفر) کے جمع کیا۔ (سعید بن جبیر کہتے ہیں:) میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر مشقت نہ ہو۔''

(صحيح مسلم : 54/705، 50)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ ثَمَانِيًا جَمِيعًا، وَسَبْعًا جَمِيعًا؛ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ .

''میں نے مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں ظہر اور عصر کی آٹھ رکعات اور مغرب وعشاء کی سات رکعات جمع کر کے پڑھیں۔''

(صحيح البخاري : 543، 1174، صحيح مسلم : 55/705)

شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْجَمْعُ الَّذِي ذَكَرَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ لَّمْ يَكُنْ بِهٰذَا وَلَا بِهٰذَا، وَبِهٰذَا اسْتَدَلَّ أَحْمَدُ بِهٖ عَلَى الْجَمْعِ لِهٰذِهِ الْأُمُورِ بِطَرِيقِ الْأَوْلٰى، فَإِنَّ هٰذَا الْكَلَامَ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْجَمْعَ لِهٰذِهِ الْأُمُورِ أَوْلٰى، وَهٰذَا مِنْ بَّابِ التَّنْبِيهِ بِالْفِعْلِ، فَإِنَّهٗ إِذَا جَمَعَ لِيَرْفَعَ الْحَرَجَ الْحَاصِلَ بِدُونِ الْخَوْفِ وَالْمَطَرِ وَالسَّفَرِ، فَالْحَرَجُ الْحَاصِلُ بِهٰذِهٖ أَوْلٰى أَنْ يُّرْفَعَ، وَالْجَمْعُ لَهَا أَوْلٰى مِنَ الْجَمْعِ لِغَيْرِهَا .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جن دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر کیا ہے، وہ نہ خوف کی وجہ سے تھیں، نہ بارش کی وجہ سے۔ اس حدیث سے امام احمد رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ خوف اور بارش میں تو بالاولیٰ نمازیں جمع ہوں گی۔ مذکورہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان امور میں نمازوں کو جمع کرنا بالاولیٰ جائز ہے۔ یہ تنبیہ بالفعل کی قبیل سے ہے۔ جب خوف، بارش اور سفر کے بغیر درپیش مشقت کو ختم کرنے کے لیے دو نمازوں کو جمع کیا جا سکتا ہے، تو ان اسباب کی مشقت کو ختم کرنا تو بالاولیٰ جائز ہوگا، لہٰذا خوف، بارش اور سفر کی بنا پر نمازوں کو جمع کرنا دیگر امور کی بنا پر جمع کی نسبت اولیٰ ہوگا۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 76/24)

۞ علامہ البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول [فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا مَطَرٍ] کی شرح میں فرماتے ہیں:

إِنَّهُ يُشْعِرُ أَنَّ الْجَمْعَ لِلْمَطَرِ كَانَ مَعْرُوفًا فِي عَهْدِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ؛ لَمَا كَانَ ثَمَّةَ فَائِدَةٌ مِنْ نَّفْيِ الْمَطَرِ كَسَبَبٍ مُبَرِّرٍ لِّلْجَمْعِ، فَتَأَمَّلْ.

''ان الفاظ سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں بارش کی وجہ سے نمازوں کو جمع کرنا معروف تھا۔غور فرمایئے! اگر ایسا نہ ہوتا، تو بارش کو نمازیں جمع کرنے کا سبب قرار دینے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔''

(إرواء الغَليل: 40/3)

❁ نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ أُمَرَاءُ نَا إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ مَطِيرَةٌ؛ أَبْطَأُوا بِالْمَغْرِبِ وَعَجَّلُوا بِالْعِشَاءِ قَبْلَ أَنْ يَّغِيبَ الشَّفَقُ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي مَعَهُمْ، لَا يَرٰى بِذٰلِكَ بَأْسًا، قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: وَرَأَيْتُ الْقَاسِمَ، وَسَالِمًا يُّصَلِّيَانِ مَعَهُمْ، فِي مِثْلِ تِلْكَ اللَّيْلَةِ.

''جب بارش والی رات ہوتی، تو ہمارے امرا مغرب کو تاخیر سے ادا کرتے اور شفق (سرخی) غائب ہونے سے پہلے عشاء کے ساتھ جمع کر لیتے۔سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ ہی نماز پڑھتے تھے اور اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔عبید اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے قاسم اور سالم رحمہما اللہ کو دیکھا کہ وہ دونوں ایسی رات میں امرا کے ساتھ مغرب وعشاء کو جمع کرتے تھے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك: 331، السّنن الكبرٰى للبيهقي: 168/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ہشام بن عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ؛ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، فَيُصَلِّيهِمَا مَعًا، عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، لَا يُنْكِرُونَهُ.

''میں نے ابان بن عثمان رحمہ اللہ کو بارش والی رات مغرب وعشاء کی نمازوں کو جمع کرتے دیکھا۔ عروہ بن زبیر، سعید بن مسیّب، ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہم اللہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شَيبة : 2/234، السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 3/168، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ عبدالرحمٰن بن حرملہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يُصَلِّي مَعَ الْأَئِمَّةِ، حِينَ يَجْمَعُونَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، فِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ.

''میں نے سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کو امرا کے ساتھ بارش والی رات میں مغرب وعشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/234، وسندهٗ حسنٌ)

❀ ابومودود، عبدالعزیز بن ابوسلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ.

''میں نے ابوبکر بن محمد کے ساتھ مغرب وعشا کی نماز پڑھی، انہوں نے بارش

والی رات میں دونوں نمازوں کو جمع کیا تھا۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 234/2، وسندهٗ حسنٌ)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآثَارُ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْجَمْعَ لِلْمَطَرِ مِنَ الْأَمْرِ الْقَدِيمِ، الْمَعْمُولِ بِهٖ بِالْمَدِينَةِ زَمَنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، مَعَ أَنَّهٗ لَمْ يُنْقَلْ أَنَّ أَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ أَنْكَرَ ذٰلِكَ، فَعُلِمَ أَنَّهٗ مَنْقُولٌ عِنْدَهُمْ بِالتَّوَاتُرِ جَوَازُ ذٰلِكَ .

’’ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا ایسا معاملہ ہے جو شروع سے چلا آ رہا ہے۔ اس پر صحابہ و تابعین کرام کے دور میں مدینہ میں بھی عمل ہوتا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کسی ایک بھی صحابی سے اس پر اعتراض کرنا منقول نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ و تابعین سے بالتواتر اس کا جواز منقول ہے۔‘‘ (مجموع الفتاوٰی : 83/24)

۞ مولانا عبدالشکور لکھنوی فاروقی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

’’امام شافعی رحمہ اللہ (الأم : ۱/۹۷) کے نزدیک سفر میں اور بارش میں بھی دو نمازوں کا ایک وقت میں پڑھ لینا جائز ہے اور ظاہر احادیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اگر کسی ضرورت سے کوئی حنفی بھی ایسا کرے، تو جائز ہے۔‘‘

(علم الفقہ، حصہ دوم، ص 150)

یاد رہے کہ بارش کی صورت میں جمع تقدیم و تاخیر، دونوں جائز ہیں۔ تقدیم میں زیادہ آسانی ہے، نیز جمع صوری کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

❁ نبی کریم ﷺ نے عرفہ میں ظہر اور عصر کو جمع تقدیم سے ادا کیا۔

(صحیح مسلم : 1218)

❁ ایک سفر میں نبی کریم ﷺ نے عصر کو ظہر کے وقت اکٹھا ادا کیا۔

(صحيح البخاري : 3566، صحيح مسلم : 503)

❁ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی عرفہ میں جمع تقدیم کے قائل تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 14411، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ جمع تقدیم میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔

(مسائل إسحاق الكَوسج : 164، 357)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ بھی جمع تقدیم کو جائز سمجھتے تھے۔

(الأمّ : 96/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ جَمْعُ التَّأْخِيرِ بِأَوْلٰى مِنْ جَمْعِ التَّقْدِيمِ؛ بَلْ ذَاكَ بِحَسَبِ الْحَاجَةِ وَالْمَصْلَحَةِ فَقَدْ يَكُونُ هٰذَا أَفْضَلَ وَقَدْ يَكُونُ هٰذَا أَفْضَلَ وَهٰذَا مَذْهَبُ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ .

''جمع تاخیر، جمع تقدیم سے افضل نہیں ہے، بلکہ یہ ضرورت اور مصلحت کے مطابق ہوگی، کبھی جمع تاخیر افضل ہوتی ہے اور کبھی جمع تقدیم۔ جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے۔''

(مَجموع الفتاوىٰ : 57/24)

سوال : کیا دعا میں انبیائے کرام کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے؟

(جواب): دعا میں انبیائے کرام کی ذات کا وسیلہ دینا جائز نہیں، یہ وسیلہ کی ممنوع قسم ہے۔اس سے بچنا ضروری ہے۔

اہل حدیث وسیلے کی جائز ومشروع صورتوں کے قائل ہیں اور ممنوع صورتوں کے منکر ہیں۔اہل حدیث سلف صالحین کے عقیدے پر قائم ہیں۔سلف صالحین کا مذہب ہی سلامتی والا ہے۔وہ دُعا میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو وسیلہ بناتے تھے،اسی طرح نیک ہستیوں سے دُعا کرواتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ وہ ان نیک لوگوں کی دُعا قبول کر کے ان کی حاجت پوری کر دے،اعمالِ صالحہ بھی بطور وسیلہ استعمال کرتے تھے۔وسیلے کی یہی تین صورتیں قرآن وسنت سے ثابت ہیں۔اس کے علاوہ دُعا میں وسیلے کی کوئی اور صورت مشروع نہیں۔

سلف فوت شدگان کے وسیلے سے دعا نہیں کرتے تھے۔ان میں سے کوئی بھی بحق فلاں،بحرمتِ فلاں، بجاہِ فلاں، بذاتِ فلاں وغیرہ الفاظ کا اپنی دعاؤں میں استعمال نہیں کرتا تھا۔ان کی کتابیں ان الفاظ کے ذکر سے یکسر خالی ہیں۔فوت شدگان سے دُعا کرنے یا کرانے یا ان کے وسیلے سے دُعا کرنے کا قرآن وسنت میں کوئی ثبوت نہیں۔ یہ سلف صالحین کا مذہب نہیں تھا۔سلف تو قرآن وسنت کے پابند تھے۔ائمہ اہل سنت والجماعت میں سے ایک بھی ایسا نہیں، جو نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر صدا کرتا ہو کہ اللہ کے رسول! میرے لیے اللہ سے سوال کریں یا میری مغفرت کی سفارش فرما دیں۔اہل حدیث ہی اہل سنت ہیں۔اسی لیے وہ دیگر تمام شرعی امور کی طرح وسیلے کے بارے میں بھی سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔

سلف صالحین، محدثین اور ائمہ اہل سنت کے مذہب کے خلاف رافضی شیعہ،حنفی،

دیوبندی اور بریلوی چاروں مکاتب فکر کے حاملین فوت شدگان کے وسیلے کو جائز اور درست سمجھتے ہیں۔ان کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر سوال کرنا جائز ہے۔ حالانکہ سلف میں کوئی بھی ان کا حامی نہیں، خیر القرون میں اس نظریے کا ذکر تک نہیں ملتا اور ائمہ اہل سنت اس سے آشنا نہ تھے۔

اہل حدیث صرف اس وسیلے کے قائل ہیں، جو فہم سلف کی روشنی میں قرآن وسنت سے ثابت ہے۔غیر مشروع وسیلے سے بیزار ہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کی موجودگی، غیر موجودگی یا وفات کے بعد آپ کی ذات کا وسیلہ پیش کرنا، اللہ تعالیٰ کو آپ کی ذات یا دیگر انبیائے کرام کی ذات کی قسم دینا یا انبیا کو پکارنا اور ان سے حاجت طلبی کرنا، سب کاموں کا حکم ایک ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ہاں یہ طریقہ رائج نہیں تھا۔'' اس کے برعکس سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم، ان کے ساتھ موجود صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے تابعین، خشک سالی میں مبتلا ہوتے، تو زندہ نیک لوگوں، مثلاً سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور یزید بن اسود رحمہ اللہ سے دعا کراتے اور اس دعا کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرتے۔انہوں نے ایسی صورت میں کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ اختیار کر کے بارش طلب نہیں کی، نہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس نہ کسی اور کی قبر کے پاس، بلکہ یہ لوگ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور یزید بن اسود رحمہ اللہ کی طرف چلے گئے۔وہ دعا میں آپ ﷺ کا وسیلہ دینے کی بجائے آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھتے تھے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

نے فرمایا تھا کہ یا اللہ! پہلے ہم تیرے نبی کو تیرے دربار میں وسیلہ بناتے تھے اور تُو ہمیں بارش عنایت فرماتا تھا، اب ہم تیرے پاس اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لائے ہیں، لہٰذا ہمیں بارش عطا فرما۔ صحابہ کرام نے جب نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں اختیار کیے جانے والے طریقے کو اختیار کرنا (آپ سے دُعا کرانا) ممکن نہ سمجھا، تو اس کے بدلے میں اس طریقے (سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی دعا) کو اختیار کرلیا۔ یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر آتے اور آپ کی ذات کا وسیلہ اختیار کرتے یا کھلے میدان میں جا کر اپنی دعا میں آپ کا وسیلہ ان الفاظ میں پیش کرتے، جن سے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی قسم دینا یا مخلوق کے واسطے سے سوال کرنا لازم آتا۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ یا اللہ! ہم تجھ سے تیرے نبی کے مقام ومرتبہ کے طفیل سوال کرتے ہیں یا تجھے تیرے نبی کی قسم دیتے ہیں، وغیرہ وغیرہ، جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں (لیکن صحابہ کرام نے ایسا نہیں کیا)۔''

(مجموع الفتاویٰ: 318/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

ثُمَّ سَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتُهَا وَعُلَمَائُهُمْ إِلٰى هٰذَا التَّارِيخِ، سَلَكُوا سَبِيلَ الصَّحَابَةِ فِي التَّوَسُّلِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ بِالْأَحْيَاءِ الصَّالِحِينَ الْحَاضِرِينَ، وَلَمْ يُذْكَرْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ فِي ذٰلِكَ التَّوَسُّلُ بِالْأَمْوَاتِ، لَا مِنَ الرُّسُلِ، وَلَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَلَا مِنَ الصَّالِحِينَ، وَمَنِ ادَّعٰى أَنَّهٗ عَلِمَ هٰذِهِ التَّسْوِيَةَ الَّتِي جَهِلَهَا عُلَمَاءُ الْإِسْلَامِ وَسَلَفُ الْأُمَّةِ وَخِيَارُ

الْأُمَمِ، وَكَفَّرَ مَنْ أَنْكَرَهَا وَضَلَّلَهٗ، فَاللّٰهُ تَعَالٰی هُوَ الَّذِي يُجَازِيهِ عَلٰی مَاقَالَهٗ وَفَعَلَهٗ .

''پھر امت کے اسلاف وائمہ اور آج تک کے علمائے کرام بارش طلب کرنے کے حوالے سے نیک زندہ لوگوں کا وسیلہ لینے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے فوت شدگان کا وسیلہ پیش کیا ہو، انہوں نے نہ رسولوں کا وسیلہ پکڑا، نہ انبیا کا اور نہ عام نیک لوگوں کا۔ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ زندہ اور فوت شدہ دونوں کا وسیلہ برابر ہے، حالانکہ علمائے اسلام، اسلاف امت اور اُمت کے بہترین لوگ اس برابری کے قائل نہ تھے، پھر وہ اس بدعی وسیلے سے بیزار ہونے والوں کو کافر اور گمراہ قرار دے، تو اللہ تعالیٰ ہی اس کے قول وفعل پر اس سے نمٹ لے۔''

(الرّد علی البِكري، ص 126-127)

علامہ محمد بشیر سہسوانی رحمہ اللہ (۱۳۲۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّا مَعَاشِرَ الْمُوَحِّدِينَ لَا نَمْنَعُ التَّوَسُّلَ مُطْلَقًا كَمَا تَقَدَّمَ، وَإِنَّمَا نَمْنَعُ مِنْهُ مَا كَانَ مُتَضَمِّنًا لِّعِبَادَةِ غَيْرِ اللّٰهِ، أَوْ لِمَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ وَرَسُولُهٗ، أَوْ مُحْدَثًا لَّمْ يَدُلَّ عَلَيْهِ دَلِيلٌ مِّنْ كِتَابٍ وَّسُنَّةٍ ثَابِتَةٍ .

''پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ہم توحید پرست وسیلے سے کلی طور پر منع نہیں کرتے۔ ہم تو صرف اس وسیلے سے منع کرتے ہیں، جس سے غیر اللہ کی عبادت لازم آتی ہو یا جس سے اللہ و رسول نے منع فرمایا ہو یا وہ ایسی بدعت پر مبنی ہو، جس کی

قرآنِ کریم اور صحیح حدیث میں دلیل نہ ہو۔''

(صِيانة الإنسان، ص221)

(سوال): کیا ہر مہینے کی کوئی خاص نماز ثابت ہے؟

(جواب): کسی مہینے یا دن کی کوئی خاص نماز ثابت نہیں۔ بعض نے مختلف مہینوں اور دنوں سے منسوب نمازیں وضع کی ہیں، مثلاً نماز رجب، نماز عاشوراء، نماز معراج وغیرہ۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ سلف صالحین نے سختی سے اس کا رد کیا ہے۔

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

مِنْ ذٰلِكَ تَخْصِيصُ الْأَيَّامِ الْفَاضِلَةِ بِأَنْوَاعٍ مِّنَ الْعِبَادَاتِ الَّتِي لَمْ تُشْرَعْ بِهَا تَخْصِيصًا كَتَخْصِيصِ الْيَوْمِ الْفُلَانِي بِكَذَا وَكَذَا مِنَ الرَّكْعَاتِ أَوْ بِصَدَقَةٍ كَذَا وَكَذَا، أَوِ اللَّيْلَةِ الْفُلَانِيَّةِ بِقِيَامِ كَذَا وَكَذَا رَكْعَةٍ أَوْ بِخَتْمِ الْقُرْآنِ فِيهَا أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ.

''عام دنوں کو ایسی عبادات کے ساتھ خاص کرنا، جو ان میں مشروع نہیں ہیں، مثلاً کسی دن کو تعداد رکعات یا مخصوص صدقہ کے ساتھ خاص کرنا یا فلاں رات اتنی اتنی رکعات نماز ادا کرنا یا کسی خاص رات میں قرآنِ کریم مکمل کرنا وغیرہ۔''

(الاعتصام: 12/2)